ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ماخذ تحقیقی مجلہ

سونیا بشیر
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو جامعہ پشاور
ڈاکٹر بادشاہ منیر بخاری
شعبہ اردو، جامعہ پشاور

روس افغان جنگ کے خیبر پختونخوا کی اردو نظم پر موضوعاتی اور اسلوبیاتی اثرات
(ابرار سالک اور ڈاکٹر اظہار اللہ اظہار کی نظموں کے خصوصی مطالعے کی روشنی میں)

Sonia Bahir
Ph.D scholar, Department of Urdu, University of Peshawar
Dr. Badshah Munir Bukhari
Department of Urdu, University of Peshawar

Thematic and Stylistic Effects of Russo-Afghan War on Urdu Poems of Khyber Pakhtunkhwa
(In the light of a special study of Abrar Salik and Dr. Izharullah Izhar's poems)

Russian afghan war 1979 was very distressful in the history of mankind. It compelled millions of population to migrate on both sides of Durand line. Thousands of people killed during the war and after on the name of Jehad or civil war. More than seventy thousands innocent people mostly Pukhtoons were killed in the bomb blasts and target killings. This war along with 43 years consequences affected the themes and diction of Urdu Nazam. In this research paper the researchers have explained the themes and style of Urdu nazam of Abrar salik and Dr Izhar ullah Izhar in the background of Russian Afghan war and its consequences.

Key Words: *Russian Afghan war, consequences, Urdu Nazam, Ibrar salik, Izhar ullah Izhar, themes, style, diction, analysis.*

انسانی تاریخ میں ہجرت ایک اہم حوالے کے طور پر ابتدا سے موجود رہی ہے۔ یہ ہجرتیں یا نقل مکانیاں انفرادی حیثیت سے بھی ہوئیں اور اجتماعی طور پر بھی۔۔۔ ہجرتوں کی تاریخ دیکھتے ہوئے اس کی مختلف وجوہات سامنے آئی ہیں۔ کہیں کسی مقدس عمل کی صورت، کسی ریاضت اور جوگ کی خاطر آبادیوں کو تج کے ویرانوں میں پناہ

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

لی گئی۔ تو کہیں ویرانوں سے خوف کھا کے شہروں کا رُخ کیا گیا۔ کہیں معاشی ضرورتوں کے تحت ایک جگہ سے دوسری جگہ لوگوں کی منتقلی ہوئی تو کہیں حالات کے جبر نے کوچ کرنے پر آمادہ کیا۔

اِس ضمن میں ماضی قریب میں افغان مہاجرین کی ہجرت کے اسباب و محرکات تلاش کیے جائیں تو بات جنگی ہولناکیوں سے شروع ہو کے ابتلا و مصیبت کے اذیت ناک اور نہ ختم ہونے والے سلسلے تک پہنچ جاتی ہے۔

سوویت افغان جنگ کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔ اس جنگ نے آگے جا کر پوری دُنیا کی سیاست پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ یوں تو گذشتہ ایک پوری صدی سے دُنیا کی بڑی طاقتوں کے درمیان رسہ کشی جاری تھی لیکن طاقتوں کی اس پنجہ آزمائی میں ہر ایک کو تلاش تھی۔ ایک ایسے موقع کی جس میں وہ اپنے اتحادیوں کو لے کر اپنے مخالف پر وار کرنے کے لیے کوئی ایسا مناسب راستہ اور جواز بنائے کہ اس کی بنائی گئی کمین گاہوں تک مالی اور جانی دونوں صورتوں میں کمک اور رسد بروقت پہنچنے میں کسی قسم کی دِقت اور کمی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اِس لیے جوں جوں دِن گزرتے گئے، پردے کے پیچھے چھپے اسٹیک ہولڈرز ہر چار جانب سے نئے سے نئے حربوں کے ساتھ رفتار پکڑتے گئے۔ بڑی طاقتوں کے اس کھیل میں کتنے ہی ایسے سادہ لوح تھے جو عشروں تک نسل در نسل اِس جنگ میں بطورِ ہتھیار کام میں لائے گئے۔ کتنی بستیاں اور آبادیاں اس جنون کی زد میں آ کر خس و خاشاک ہو گئیں اور کتنے لوگ اپنے آبائی وطن کو چھوڑنے پر مجبور کر دیئے گئے۔ اس دوران انسانیت پر کیا کچھ بیتی۔ اِس کی طرف دھیان دینے کی بجائے افغان دھرتی کو ایک لیبارٹری کے طور پر استعمال کرتے ہوئے ہر نئے بننے والے اسلحے اور گولہ بارود کو یہاں لا کر ٹیسٹ کیا گیا۔ نتیجے میں خانماں برباد قافلوں نے لاکھوں کی تعداد میں پاکستان کا رُخ کیا۔

جب ہم افغان مہاجرین کی ہجرت کے اثرات پر بات کرتے ہیں تو گویا ہم ایک ایسے طویل دورانیے پر مبنی واقعات و سانحات کی سیریز میں داخل ہوتے ہیں جس کا قسط وار ماجرا کئی سیریز میں چلتے ہوئے ہر موڑ پر اپنے کردار بدلتا جاتا ہے۔ افغان مہاجرین کی آمد کسی ایک دِن، ایک مہینے، ایک سال یا محض ایک عشرے تک محدود نہیں۔ آتے جاتے واقعات اور آمد و رفت کا ایسا سلسلہ ہے جس میں پے در پے رونما ہونے والا ہر وقوعہ کسی نہ کسی حوالے سے ایک دوسرے سے کوئی نہ کوئی ربط ضرور رکھتا ہے۔ ایک واقعے کی کوکھ سے کئی دوسری ایسی وارداتوں کا جنم ہوتا ہے جو ہماری سیاسی، معاشی اور سماجی زندگی پر گہرے نقوش چھوڑ جاتی ہیں اور یہ اثرات کسی نہ کسی رنگ میں تاحال دیکھے جا سکتے ہیں۔

امن کی تلاش میں آنے والے نئے رشتوں اور نئی حقیقتوں کو ذہنوں میں بسائے ٹوٹتے خوابوں اور جلی

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

بجھی اُمیدوں کے ساتھ نئی بستیاں بسانے کی فکر میں غلطاں و پیچاں رہے۔ ہجرت کر کے آنے والوں کو تبدیلی کا احساس کس قدر ہوا۔ اس بحث کی طرف جانے سے پہلے یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ زبان، ثقافت اور روایات کی ہم آہنگی نے انہیں جلد ہی پڑوس کے اس ماحول سے آشنا کر دیا تھا جس کی طرف وہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر آ نکلے تھے بلکہ یوں کہا جائے کہ یہی ان کا دوسرا گھر ٹھہرا تھا تو بے جانہ ہو گا لیکن جس تبدیلی کی بات یہاں چھیڑی گئی ہے یہ الگ سے اُس احساس کو سمجھنے کا حوالہ ہے جو ہجرت کرنے والوں اور جنگ زدہ عوام سے خوف کی صورت میں چمٹ گیا تھا۔ چنانچہ سیاست کے سیاہ سائے ہر جگہ ان کے سروں پر منڈلاتے رہے۔ خنجر اس طرف بھی تھے، لشکر اس جانب بھی۔ کون کس سے امن کی ضمانت مانگتا۔ جن دِنوں افغان مہاجرین اپنا وطن چھوڑ کر دوسری زمینوں کی طرف چل دیئے، اس وقت کسی کو معلوم نہیں تھا کہ آنے والوں دِنوں میں کیا کچھ ہونے جا رہا ہے اور بڑے شاطروں نے چھوٹے موقع پر ستوں کو ساتھ ملا کر جو جال بچھا رکھا ہے، اس پھندے میں کون کس وقت پھنسنے والا ہے۔

جنگ کے ستائے ہوئے جس پر تکیہ کرنے آئے تھے وہ سہارے بھی آخر آخر میں بے معنی استعارے بن گئے۔ اپنے حصے کا آسمان ڈھونڈنے والوں کے نصیب میں دُکھ ہی دُکھ لکھے تھے۔ فضائیں دونوں جانب مسموم ہو چکی تھیں۔ کہانی کی تھیم کچھ سے کچھ ہوتے استحصالی رنگ بدل رہا تھا۔ نئی زمینوں پر قدم جماتے جماتے رسوائی کے احساس کو مٹاتے مٹاتے جسم و جاں پر کیا گزری۔ ہنستی گاتی حیات کس طرح کشتہ ستم بنتی گئی۔ تاریخ شاید ان سارے واقعات کو اپنی جزئیات کے ساتھ نہ لکھ سکی کہ لکھنے والوں کے سروں پر بھی تلواریں لٹک رہی تھیں۔ چنانچہ مفلسی بے سروسامانی کی حالت میں اِدھر اُدھر بھٹکتی رہی اور نامرادانہ زیست کے سائے گُرلاتی تہذیبوں کو اپنی لپیٹ میں لیتے رہے۔ جہاں جہاں سے جنگ کو سپورٹ مل رہی تھی، وہیں سے ثمرات میں کھلم کھلا کلاشنکوف، مشین گنوں اور ہیروئن خریدنے بیچنے لانے لے جانے کا سلسلہ بھی دراز ہوتا گیا۔ افغان مہاجرین کی نقل مکانی آسودہ لمحوں اور ذہنوں کی کوئی ایسی پُرسکون حکایت نہیں جیسے کوئی نوکری یا کاروبار کے سلسلے میں کسی ڈپارٹمنٹ کے توسط سے آرام و اطمینان کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ جا کر معیشت کی گاڑی کو بطیب خاطر آگے لے جائے۔

درحقیقت یہ ہجرت بہت بڑی تعداد میں بے تحاشا اور مسلسل اضطراب کا نتیجہ تھی۔ اس دوران آس پاس کے سبھی علاقے چونکہ میدانِ جنگ کے طور پر کام میں آ رہے تھے، اس لیے یہ ہجرت اپنے ساتھ بے پناہ مسائل اور پریشانیاں لے کر آئی تھی۔ جب پڑوس میں آگ لگی ہو تو اس کا دُھواں آس پاس کے گھروں تک بھی پھیلتا جاتا ہے اور اس دھویں میں پتہ نہیں چلتا کہ کس نے کس طرف سے وار کیا اور کیوں؟ اس اضطراب و انتشار میں جو

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

بھی بد قسمت نشانے پر آیا وہ دھویں میں دھواں ہو گیا۔ بم دھماکے کسی ایک شہر تک محدود نہ رہے۔ چنانچہ کوئی ہوٹل بچا نہ اسکول، پارک بچے نہ فٹ پاتھ۔ عمارتیں، سرکاری املاک، مزارات، جنازے، جلسے جلوس، بوڑھے، بچے، جوان، خواتین، جرگوں میں بیٹھے قبائلی بزرگ مشران، اہم شخصیتیں، دانشور، مذہبی رہنما، سرکاری اہلکار، ایک جنگ سے دوسری اور دوسری سے تیسری جنگ کے درمیان ہونے والی خانہ جنگیوں کی نذر ہو گئے۔

مختلف متشدد گروپوں نے اپنے اپنے مورچے سنبھال لیے تھے۔ تجارتی قافلے اسلحے کے کنٹینروں میں بدل گئے تو سمگلنگ، بلیک مارکیٹنگ، اغوا برائے تاوان اور چوری کی وارداتوں میں اضافہ ہونے لگا۔ ہر سانحے کے بعد در و دیوار پر دردناک خاموشیاں مسلط ہو جاتیں۔ شہر بھر کی سسکیوں کو ساتھ لے کر چلنے والا دُکھ ہر آنے والے دِن کے ساتھ مزید گہرا ہوتے ہوتے چہروں کی سُرخیاں نچوڑ رہا تھا اور جب دِن رات کی تفریق مٹتے مٹتے پورا خطہ چھاؤنی میں تبدیل ہو گیا تو پھولوں کے شہر میں ہر طرف بارود کی بُو پھیل چکی تھی۔ جب کسی علاقے میں اس قسم کے تغیرات رونما ہوتے ہیں کہ معاشرے کا پورا ڈھانچہ اس کی زد میں آتا ہے تو لا محالہ ادب بھی شدید طور پر متاثر ہوتا ہے اور ادبی پیمانے اور معیار نیا روپ اختیار کر لیتے ہیں۔

ہم جس آشوبِ عصر کا شکار رہے ہیں اور جس طرح بارودی فضاؤں میں ہم نے سانسیں لی ہیں، اس نے آنے والے کل کی روشنیوں کو بھی بے چہرہ کر دیا ہے۔ ایسے میں فرد کو گھیر لینے والی تنہائی ایک ایسی قید ہے جو ذہنی طور پر ایسی مشقت سے گزارتی ہے کہ توہمات، شک اور خوف کی ایک عجیب و غریب تصویر بننے لگتی ہے۔ چنانچہ معاشرے کی اسی تصویر کو سامنے رکھتے ہوئے اُردو نظم بھی نئے سیاسی و معاشرتی مسائل کی زد میں آگئی۔ اس انفرادی اور اجتماعی خوف کا بیان ہر باضمیر قلمکار کے ہاں موجود ہے۔ ابرار سالک اس عصری گھٹن کو "ایک رات" کے عنوان سے یوں پیش کرتے ہیں:

ٹھہر ٹھہر کر سانسیں لیتی
چلتی سرد ہَوا
نیم جان سا ایک پرندہ
تھک کر کہیں گرا
میلی سی اِک چادر اوڑھے
سویا سویا شہر

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

بھیگی بھیگی سرد فضا میں
تنہائی کا زہر
راہگزاروں پر خاموشی
بے آواز چلے
آنے والے لوگ بھی شاید
رستہ بھول گئے
جنگل جیسا سناٹا اور اِک تاریک سا گھر
آنگن میں دو جلتی بجھتی آنکھیں سبزے پر
آس پاس کے سارے منظر دھندلے دھندلے ماند
چاروں اور اندھیرا دُور اُفق پر ڈھلتا چاند (۱)

اِس نظم میں رات کا منظر رمزیت، تہہ داری اور مدہم لہجے کے ساتھ اُس فضا کی پوری جزئیات کو آشکارا کرتا ہے جس میں پرندے بھی سہمے ہوئے ہیں اور پورا شہر ایک میلی ردا میں لپٹا ہوا ہے۔ خیبر پختونخوا کے شعراء کے مجموعی طرزِ احساس میں یہ دَور تنہائی اور یاسیت کے ساتھ آنے والے قافلوں کے بھٹک جانے کی تصویریں بناتا ہے۔ جس طرح ابرار سالک نے ہر سو تنہائی کا زہر اب پھیل جانے اور آنے والوں کے رستے بھول جانے کا تذکرہ کیا ہے۔ یہی حوالے دوسرے شعراء کے ہاں بھی ملتے ہیں۔ جب سارے منظر دُھندلا جاتے ہیں اور چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہو تو یہی ہوتا ہے۔ ابرار سالک کی نظموں میں پیڑوں اور پرندوں کا علامتی روپ خاصا متاثر کن ہے۔ بہیمت کہیں پر بھی ہو انسان تو انسان اس کے اثر سے کوئی بھی چیز نہیں بچتی۔ ابرار سالک کی ایک اور نظم ''سر مقتل'' میں بھی یہی درد انگیزی نمایاں ہے۔

خزاں کے آنچل میں
زرد پتے بندھے ہوئے تھے
ہَوا کی مٹھی میں
ایک سِسکی دبی ہوئی تھی

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

فرازِ شاخِ صلیب پر
اِک اُداس طائر
کوئی ادھورا سا گیت گا کر
پروں کو منقار سے کھجا کر
اُڑان کے انتظار میں تھا
فلک پہ تارے نے آنکھ جھپکی
فضائے تیر و تار میں
نور سا معاً کوئی جھلملایا
وہ طائر اب شاخ پر نہیں ہے
خزاں کے آنچل کے زرد پتے
بکھر چکے تھے
ہَوا کی مٹھی کھلی ہوئی تھی (۲)

اِن دونوں نظموں کو بغور پڑھا جائے تو نیم جان سا پرندہ اُڑان سے پہلے مارا جا چکا ہے۔ شہر بے چراغ کی ویرانی، بے رونقی اور اُداسی میں پرندہ انسانی وجود کا مفہوم بھی ادا کرتا ہے اور جاتے ہوئے امن و امان کا بھی۔ خوف کے باعث اپنے اندر سمیٹنے کے اشارے بھی موجود ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ موت کا خوف ہے جس کی تصدیق زرد پتوں کے موسم سے ہو رہی ہے۔ گویا موت کی ہمہ گیریت کا احساس ہے۔ افغان سرزمین پر جاری جنگ نے ایک طویل عرصے تک ہمارے پورے خطے کو حرب و ضرب کی آماجگاہ بنائے رکھا۔ جنگ کے جہاں دوسرے ہزار بکھیڑے ہوتے ہیں، ان میں سے ایک ہجرت بھی ہے اور ہجرت کے اپنے لاتعداد قضیے ہوتے ہیں۔ چنانچہ حرب و ضرب کی اس شوراشوری میں علاقے برباد ہوتے چلے گئے۔ اگرچہ آنے والے اپنے ساتھ اپنی تہذیب و ثقافت کے دلآویز تحفے بھی لے کر آئے تھے جس کے واضح اثرات موسیقی اور کھانوں سے لے کر زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی دکھائی دیئے۔ یہاں کی مقامی موسیقی میں خراسانی، لوگری، ننگرہاری اور پکتیا کا ثقافتی رنگ آیا۔ اتنڑ موسیقی میں بھی بدلاؤ دیکھنے کو ملا۔ فارسی بولنے والوں نے قطغنی ساز کو متعارف کروایا۔ کھانوں میں کابلی پلاؤ کا ذائقہ شامل ہوا لیکن

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

اپنی دانست میں جس خوف کو وہ دُور چھوڑ کر آئے تھے وہ شہر پناہ کے اندر تک چلا آیا تھا۔ گلیوں اور بازاروں میں بدستور سہم چھایا ہوا تھا اور یہ سہمنا کی آنکھوں میں خلا کی صورت دکھائی دیتی تھی۔ جس دیس کو وہ چھوڑ آئے تھے، اُس دیس کی گلیوں، اس کے تہواروں اور میلوں ٹھیلوں کی خوشبو کو وہ یہاں ڈھونڈ رہے تھے لیکن اژدھام میں اجنبیت کے احساس نے بدستور گھیرے رکھا۔ اس کرب کو ابرار سالک کی نظم "انا کا کرب" میں محسوس کیا جا سکتا ہے۔ جہاں نفسا نفسی اور انتشار کا المیہ ذاتی تجربے اور مشاہدے کی صورت میں شاعر کو مجروح کر رہا ہے۔

شہر پناہ کے باہر
لشکر تاک میں ہے
اور فصیلوں کے اندر
اِک خوف و ہراس کا عالم ہے
موت کی ہیبت سے پھیلی آنکھوں میں
یاس کا عالم ہے
پلکوں کی سولی پر سپنے
جان کنی کے کرب میں ہیں
گلیوں میں ذو معنی جملوں کا اژدھام
جسموں کے اندر کہرام (۳)

یہاں فرد کی بڑھتی ہوئی ذہنی فرسٹیشن جسموں کے اندر کے کہرام سے واضح ہو رہی ہے۔ اس سلسلے میں دیکھا جائے تو ہمارے دیگر شعراء بھی ان حالات سے برابر متاثر رہے ہیں اور ان کی نظموں میں معاشرتی طور پر امن و امان کی ناگفتہ بہ حالت اپنی جھلک دکھاتی ہے۔ ڈاکٹر اظہار اللہ اظہار کی نظمیں اسی درد کی عکاسی کرتی ہیں۔ اُنہیں معلوم ہے کہ راستوں کی تاریکیوں میں اندر باہر کی ساری روشنیاں بجھانے کا کام جاری ہے اور اس تاریکی میں کتنے ہی ستارے ہیں جو بے نُور ہو چکے ہیں۔ نظم "یرغمال" میں لکھتے ہیں:

"ہائے شہر اہوں میں پامال ہے کرنوں کا ضمیر
وائے بجھتے ہیں سب آنکھوں کے دیے رِہ رِہ کر

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ایک موہوم تعاقب میں لگا ہوں کب سے" (۴)

اِس نظم میں وہ تیرگی ڈھانے بڑھانے والوں کی سوچ پر طنز کے تیر چلاتے ہیں۔

"آسماں کتنے ستاروں سے ہوا ہے محروم
پھر بھی ہم دِل کی تسلی کو کہے جاتے ہیں
تیرگی اور بڑھے گی تو سویرا ہو گا" (۵)

ان کی ایک اور نظم "نجانے" بھی اِسی دِل گرفتگی کی آئینہ دار ہے۔

"رواں ہے قافلہ منزل کی جانب
مگر رستہ بھٹک جانے کا ڈر ہے
سماعت کتنی آوازوں میں گم ہے
بہت بوجھل ہے اس کے دِل کی دھڑکن
لگے ہیں ساتھ لٹ جانے کا ڈر ہے
وفا کا چاند آدھا رہ گیا ہے
مقید ہے کہیں یادوں کی خوشبو
تھکن سے چُور گرتے ہیں پرندے
مراحل کہر میں لپٹے ہوئے ہیں
نجانے کب یہ مطلع صاف ہو گا" (۶)

ڈاکٹر اظہار اللہ اظہار کی نظم کے آخر میں استفہامیہ انداز اس عہد کی نظموں میں تواتر کے ساتھ موجود ہے اور یہ اُس ذہنی کیفیت کی نشاندہی کرتا ہے جو حالات کی بے یقینی سے پنپ رہا ہے۔ یہ سوالیہ طرز نئے حادثات کے ساتھ عہدِ گذشتہ پر بھی اُنگلی اُٹھاتا رہا اور مستقبل کے بارے میں بھی فرد کے اضطراب کو آشکارا کرتا رہا ہے۔

"کون سا حادثہ ہستی کا فراموش کریں

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

کون سے درد کو بہلائیں گے اس سینے میں" (۷)

خیبر پختونخوا کے شاعروں نے درد کو سہنے والے دِلوں کی وسعتوں کو بھی سامنے رکھا لیکن ساتھ ساتھ ہونے اور نہ ہونے کی کشمکش میں تشخص کے بحران کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ سو اِس ذیل میں ان تیز روشنیوں کو بھی تاریکیوں سے تعبیر کیا گیا جو بینائیوں کو سلب کر لیتی ہیں۔

مرحلہ اپنے تعین کا جب آیا کوئی
روشنی کاٹ گئی راستہ بینائی کا (۸)

پختون کسی بھی خطے میں آباد ہو جائیں ان کے تہذیبی اور ثقافتی حوالے صدیوں سے ساتھ ساتھ بندھے ہوئے ہیں لیکن ڈاکٹر اظہار کو اس بات کا افسوس ہے کہ ہجرتوں کے دُکھ تو ایک طرف اس جنگ کی آڑ میں تو ہمارے اہم ترین ادارے اور ہماری پالیسیاں اور ہماری زمینیں ان بڑی طاقتوں کی تحویل میں جا رہی ہیں جو بہت دُور سے حالات کی مانیٹرنگ کرتے پینترں پر پینترے بدلتے ہوئے نئے سے نئے کرداروں کو متعارف کروا رہی ہیں۔ ایک نظم میں اظہار لکھتے ہیں:

گھر کی دہلیز کو غیروں کے حوالے کر کے
آئیں جنگل میں کہیں جشن منانے لگ جائیں
سانس لینا بھی یہاں جرم ہے وحشی پن ہے
دِل کی دھڑکن بھی یہاں دار پہ لٹکاتی ہے (۹)

اِن اشعار میں اگر ایک طرف آزادئ اظہار پر بے جا پابندیوں کے دُکھ کو محسوس کیا جا سکتا ہے تو دوسری جانب طنز کی وہ شدت بھی ہے جو اپنی سلامتی کو نیلام کرنے والوں کے چہرے پر ایک طمانچے کی حیثیت رکھتی ہے۔ کس طرح غیروں کے یہ گماشتے اپنی غیرت و اَنا کو گروی رکھ گئے۔ درج بالا اشعار میں زہر خند انداز اپناتے ہوئے اظہار لکھتے ہیں کہ آؤ اپنی ناکامیوں کا جشن منائیں۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ جن لوگوں کو مسندوں پر بٹھا کر خلعتوں سے نوازا جا رہا ہے، ان کا انجام کیا ہو گا۔ غیروں کے ساتھ ان کی وفاداریاں اپنی جگہ لیکن غیر کبھی ان کے وفادار نہیں ہو

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

سکتے۔ جبھی تو مطلب نکل جانے کے بعد وہ اِس طرح آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ گویا کبھی جان پہچان ہی نہ تھی۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک پراجیکٹ کے مکمل ہونے کے بعد اپنے نمک حلالوں کے ساتھ جو رویہ رکھا جاتا ہے اور جس طرح خود کو پیہم فریب میں مبتلا رکھنے والے اپنے غیر ملکی آقاؤں کے خیر خواہ اپنی صداؤں سمیت ایک دِن اس طرح بکھر جاتے ہیں کہ ان کی چیخیں سننے والا بھی کوئی نہیں ہوتا۔ پس ان کے جہاز اُڑتے اُڑتے اس طرح اُڑا دیے جاتے ہیں کہ پھر دُور دُور تک ان کی بکھری ہوئی ہڈیوں کا بھی نام ونشان نہیں ملتا۔ ڈاکٹر اظہار لکھتے ہیں:

عکس در عکس آئینہ بکھرا
کرچیوں میں بدل گئے سپنے
آرزو کی کتاب راکھ ہوئی
اُڑ رہا ہے جہاں بگولوں میں
ڈھونڈتا ہے صداؤں کی تصویر
سنگ دِل کس قدر ہے یہ قاتل
خاک میں ہی جسے ملانا ہو
اس کے سر کو کلاہ دیتا ہے (۱۰)

ڈاکٹر اظہار کی نظموں میں کہیں تیز روشنیاں تو کہیں شام کے گہرے سائے راستہ کاٹ جاتے ہیں۔ یہ روشنیاں اور یہ اندھیرے بینائی پر اثر ڈالتے ہیں۔ یہاں صبح تلاش میں ہے آنے والوں کی لیکن راستے کہیں دلدلوں میں اُتر چکے ہیں۔ یہ دلدل بارودی سرنگ بھی ہو سکتے ہیں۔ گویا اُوپر سے شعلے برستے ہیں اور نیچے بارود بچھتا جا رہا ہے۔

راستوں کو کہیں دلدل میں ڈبو کر آئے
ہم نے دو چار کیا روح کو تنہائی سے
خود کشی کرتے رہے ہم بڑی دانائی سے
یہ جو مغرب سے اُمڈ آئے ہیں کالے بادل
ان میں روپوش ہیں صدمے کئی طوفانوں کے

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

آگ ہی پھرتی ہے سائے کا لبادہ اوڑھے
کس نے سوچا تھا کہ جب ہم پہ گرے گی بجلی
روشنی بھی اسی یلغار میں شامل ہو گی (۱۱)

اِس پورے دورانیے میں جتنے کردار اُبھرے اور جتنے مٹائے گئے جن کے سروں پر تاج رکھا گیا اور پھر جنہیں خاک میں ملایا گیا، جن کی وجہ سے ہجرت ہوئی اور جن کی وجہ سے اس جنگ میں شراکت داریاں ہوئیں۔ اس نے فرد کو تنہائی کے عذاب کے سوا کچھ نہیں دیا۔ اپنی نظم "دیدہ ور" میں وہ لکھتے ہیں:

تنہائی کا عذاب مسلط تھا شہر پر
سایوں سے جسم، جسم سے سائے بچھڑ گئے
ہر آنکھ گھومتی تھی خود اپنے مدار میں
کرتے تھے کوچ شہر سے خوشبو کے کارواں (۱۲)

ڈاکٹر اظہار کی اس نوعیت کی نظموں کا تجزیہ کیا جائے تو فکر، اسلوب اور نفسِ مضمون ہر اعتبار سے ہماری تاریخ کے اُس مخصوص عہد کے حادثات، واقعات اور جذبات و احساسات کا سچا آئینہ ہے۔ جب کسی کو کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا اور شناخت کے بحران نے سر اُٹھا لیا تھا۔ ٹوٹ پھوٹ اور بے چہرگی کے خوف سے پیدا ہونے والی کیفیات کو اظہار نے تمام تر شدتوں کے ساتھ محسوس کیا۔ ان کے اشعار اپنی ایمائیت کی وجہ سے دوہرے معانی دیتے ہیں۔ ایک تو ذات کا المیہ دوسرا وطن کا المیہ جو اس دَور سے عبارت ہے۔ فرد کا چہرہ ویسے بھی مسخ ہو چکا تھا۔ دُھند اور دُھوئیں میں اس کی پہچان اور بھی مشکل ہو گئی تھی۔

روس افغان جنگ نے جہاں زندگی کی دیگر شعبوں کو اس خطہ میں متاثر کیا وہاں اردو شاعری خصوصاً اردو نظموں کو بھی نئے موضوعات دیئے جنگ کے نتیجے میں ہونے والی ہجرت اور محرومیوں اور المیوں نے خیبر پختونخوا کے شاعروں کو متاثر کیا اور شاعروں نے اس کرب کو جو اس عصر میں محسوس بھی کیا جا سکتا اور ہر چہرے پر دیکھا بھی جا سکتا تھا اسے شاعری کا موضوع بنایا۔ روس افغان جنگ تو نوے کے عشرے میں ختم ہو گئی مگر اس کے اثرات کئی

نسلوں تک محسوس کی جائیں گی کہ اس جنگ نے اس خطہ کے اجتماعی لاشعور میں جگہ بنالی ہے اور اس کے اثرات سب سے زیادہ خیبر پختونخوا میں پڑے جہاں لاکھوں کی تعداد میں ہجرت کر کے آنے والے افغانیوں نے غریب الواطنی سے مستقل قیام کا چار دہائیوں کا سفر طے کیا اور اس عرصہ میں ان کی تیسری نسل یہاں جوان ہو رہی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ابرار سالک، مسافت کم نہیں ہوتی، ۱۹۹۸ء، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ص ۱۰۱، ۱۰۲

۲۔ ایضاً، ص ۴۱، ۴۲

۳۔ ایضاً، ص ۴۳، ۴۴

۴۔ اظہار اللہ اظہار، لمس کا خواب زندہ رہنے دے، ۲۰۰۳ء، سینڈیکیٹ آف رائٹرز، پشاور پاکستان، ص ۱۱۳

۵۔ ایضاً، ص ۱۱۳

۶۔ ایضاً، ص ۸۷

۷۔ ایضاً، ص ۹۱

۸۔ ایضاً، ص ۹۱

۹۔ ایضاً، ص ۱۱۸

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۵۸

۱۱۔ ایضاً، ص ۲۳۳، ۲۳۴

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۶۷